معاشرے کے ناسور

# معاشرے کے ناسور


تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸



فقیر عبید الرضا عطاری

گوجرانوالا



ناشر

فرید بک سٹال

۳۸- اردو بازار - لاہور

(جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں)

نامِ کتاب ———— مُعاشرے کے ناسور
مؤلف ———— علامہ غلام رسول سعیدی
ناشر ————
اشاعت ———— اوّل
تعداد ———— ایک ہزار
تاریخ طباعت ————
خطاطی ———— یوسف نظامی
مطبع ———— جنرل پرنٹر لاہور
قیمت ————

زیرِ اہتمام : فرید بک فاؤنڈیشن لاہور

آپ نوجوان طالب علم ہیں۔ اس ملک کے مستقبل کے وارث ہیں۔ آپ کی ذمہ داری ملک اور قوم کی رہنمائی اور بگڑے ہوئے معاشرہ کا سدھار ہے۔ پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الٰہ الا اللہ آپ کا ورثہ اور آپ کی تاریخ ہے اور ۴۷ء کے شہیدوں کے لہو کی امانت ہے۔

اگر تعلیم سے آپ کا مقصد صرف حصول معاش ہے تو دشمنانِ اسلام کی نگاہوں میں آپ کی حیثیت پر کاہ کے برابر بھی نہیں اور اگر آپ کا نصب العین اس ملک کی تعمیر اور ان الحکم الا للہ کا نفاذ ہے۔ تو پھر آپ کا مشن اسلام اور پاکستان کے مخالفین کے لیے ایک چیلنج ہے۔ لیکن اس مشن کو پورا کرنے کے لیے آپ کو اپنے ساتھیوں بلکہ پوری قوم میں ایسا جذبہ پیدا کرنا ہوگا کہ مائیں تہران کے بہشت زہرا کی طرح اپنے جگر پاروں کی بہشت شہدا ر بسانے کے لیے آمادہ ہوں۔

اگر آپ حقیقت میں سلام کا سپاہی بننے کا ارادہ کر چکے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنا سب کچھ اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی سربلندی کے لیے وقف کر دیا ہے۔ یاد رکھیئے کہ کوئی تحریک اس وقت تک انقلابی تحریک نہیں کہلا سکتی جب تک وہ مخالفین کے لیے چیلنج اور باطل کے تمام طوفانوں کے مقابلوں میں سد سکندری نہ بن جائے بلکہ خود طوفان بن کر باطل کی تمام قوتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے۔

جب آپ استعمار اور اشتراکیت کے بتوں کو توڑ کر اللہ کی حاکمیت نافذ کرنے

کے لیے اُٹھیں گے تو قدم قدم پر آپ کو مُشکلوں اور رکاوٹوں کا سامنا ہو گا۔لیکن اگر آپ نے قدم اُٹھانے میں جرأت ابراہیمی پیدا کی اگر آپ نے قوم کے لہو میں محمدی حرارت پیدا کر دی تو توحید کے تقاضوں کو پُورا کرنے میں کوئی رکاوٹ سدِراہ نہیں بن سکے گی۔

آیئے! میں آپ کو بتاؤں کہ توحید کے تقاضے کیا ہیں اور اس کی راہ میں کیا مسائل، مشکلات اور رکاوٹیں ہیں۔

# توحید کے تقاضے

اللہ تعالیٰ اپنی توحید اور اس کے تقاضوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے
" بھلا بتلاؤ تو سہی انسانی پیدائش کا عمل تم کرتے ہو ؟ کیا انسان کو تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرتے ہیں۔ ہم نے تمہارے لیے موت کو مقدر کر دیا ہے تو ہم اس بات سے عاجز تو نہیں کہ تمہارے بدلہ تم جیسی اور مخلوق پیدا کر دیں اور تمہیں دوبارہ پیدا کر کے اس جگہ لا کھڑا کریں جس کا تمہیں (ابھی) علم نہیں۔ تم اپنی پہلی پیدائش جان چکے ہو تو اس سے (دوبارہ پیدا ہونے کی) نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے (یعنی تم حیات بعد الموت کے قائل کیوں نہیں ہوتے)۔ بھلا بتلاؤ تمہاری کھیتیاں کس طرح اُگتی ہیں؟ کیا ان کھیتیوں کو تم اُگاتے ہو یا ہم پروان چڑھاتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ان کھیتیوں کو روندا ہوا گھاس بنا دیں پھر تم کہتے رہ جاؤ گے۔ ہم تو مقروض ہو گئے۔ بلکہ ہمارا تو کچھ بھی نہ رہا۔ بھلا بتلاؤ! جس پانی کو تم پیتے ہو۔ اس کو بادلوں سے ہم نے اتارا ہے یا تم نے اتارا ہے۔ اگر ہم چاہتے تو اس پانی کو بالکل کھارا بنا دیتے تو پھر کیوں نہیں تم (ہمارا) شکر ادا کرتے۔ بھلا بتلاؤ! جس آگ کو تم جلاتے ہو! - اس کے لیے درختوں کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم نے پیدا کیا ہے۔ ہم نے ہی تو مسافروں کے لیے یہ جنگل اور درخت بنائے ہیں۔ پس اپنے رب عظیم کی ہر نقص و عیب سے برائت بیان کرو۔"

(واقعہ ۵۸ - ۷۴)

ایک اور جگہ توحید اور اس کے تقاضوں کو یوں بیان فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ وہی دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن لاتا ہے۔ اس نے سورج اور چاند کو گردش میں رکھا۔ ان میں سے ہر ایک۔ ایک مقررہ مدت تک گردش کرتا رہے گا۔ سُنو! وہ غالب اور غفار ہے۔ اِس نے تم کو فردِ واحد سے پیدا فرمایا۔ پھر اس شخص سے اس کی بیوی بنائی اور تمہارے نفع اندوزی کے لیے آٹھ قسم کے نر اور مادہ جانور پیدا کیے۔

وہی تم کو تمہاری ماؤں کے رحم میں تخلیق کو بتدریج طے کرا کر پیٹ کے تین اندھیروں سے (گزار کر) پیدا فرماتا ہے۔ یہی تو تمہارا رب ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں پھر تم کہاں بھٹک رہے ہو۔ اگر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا نہ کرو تو اسے تمہارے شکر کی کوئی احتیاج نہیں۔ لیکن وہ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں ہوتا۔ اور اگر تم اس کا شکر ادا کرو تو وہ تم سے راضی ہو جائے گا۔

اور کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ بہرحال تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر وہ تم کو تمہارے اعمال بتلا دے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے دلوں میں ہے۔ اور جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب سے گڑگڑا کر دعا کرتا ہے۔

پھر جب اللہ تعالےٰ (وہ مصیبت ٹال کر) اس کو نعمت عطا کرتا ہے تو انسان اس سے پہلے کی، کی ہوئی تمام دعاؤں کو بھول جاتا ہے۔ اور دوسری ہستیوں کو اللہ تعالےٰ کے برابر بنالیتا ہے۔ تاکہ (لوگوں کو) ان کے راستہ سے گمراہ کر دے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنی ناشکری سے چند روز ہی فائدہ اُٹھا سکو گے۔ پھر بہرحال تم جہنمی ہو گے۔ بھلا جو شخص اپنی راتیں سجدوں اور قیام میں گزارتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا اُمیدوار

رہتا ہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں۔؟ (اس بات سے) صرف ارباب عقل ہی نصیحت حاصل کر سکتے ہیں۔آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جو ایمان لائے اور اپنے رب سے ڈرتے رہے، جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لیے اجر ہے۔ اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔صرف صبر کرنے والوں کو ہی بے حساب اجر ملتا ہے۔آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ اللہ کی اطاعت کروں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اطاعت کرنے والوں میں سب سے پہلے سر تسلیم خم کر دوں۔آپ کہہ دیجئے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے یوم آخرت کے عذاب کا خوف ہے۔آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اللہ ہی کی اخلاص سے اطاعت کرتا ہوں۔تم جس کی چاہو اللہ کے سوا عبادت کر لو۔آپ کہہ دیجئے کہ (اصل) نقصان اٹھانے والے تو وہ لوگ ہیں جو خود بھی روزِ قیامت نقصان زدہ ہوں گے اور ان کے اہل عیال بھی۔ سُنو! یہی کھلا نقصان ہے۔ (زمر ۵ - ۱۵)

ان دونوں سورتوں کی مذکورہ آیات میں اللہ تعالٰے نے توحید پر دلائل دینے کے بعد توحید کے دو اہم تقاضے بیان کیے ہیں۔صبر اور شکر!

حدیث شریف میں صبر اور شکر دونوں کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔یعنی صبر اور شکر دونوں سے ایمان کامل ہوجاتا ہے۔

صبر صرف مصائب اور مشکلات پر ثابت قدمی اور جزع فزع سے رکنے ہی کو نہیں کہتے بلکہ مشکل اور جان گسل عبادت پر ثابت قدم رہنا اور حرام اور ممنوع چیزوں سے رکنا بھی صبر ہے اور یہاں یہی مطلوب ہے اور شکر صرف انعام دینے والے کی تعریف و توصیف ہی کو نہیں کہتے بلکہ اللہ تعالٰے کے احکام کو بجا لانا بھی شکر ہے خلاصہ یہ کہ برائی سے رکنا صبر اور نیکی کرنا شکر ہے اور یہی توحید کا تقاضہ ہے۔

پھر برائی انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی اس طرح نیکی انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی ہے۔ اگر کوئی شخص انفرادی طور پر گناہوں سے بچتا ہے انفرادی عبادت انجام دے لیتا ہے تو وہ صبر اور شکر اور توحید کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

" اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنّم کی آگ سے بچاؤ اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور تراشیدہ بُت ہیں " (تحریم : ۱۶)

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

" تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا محافظ ہے اور ہر شخص ان کی طرف سے جوابدہ ہے " (بخاری)

اس لئے جو شخص کسی خاندان کا سربراہ ہے وہ اپنے زیر اثر لوگوں کو گناہوں سے روکنے اور ان سے عبادت کرانے کا ذمہ دار ہے۔

اسی طرح جو شخص کسی دفتر، کسی محکمہ، کسی کارخانہ، کسی زمین، کسی صوبہ یا کسی ملک کا سربراہ ہے وہ اپنے زیر اثر تمام متعلق لوگوں کی نیکی اور بدی کا ذمہ دار ہے اور جن جن متعلق لوگوں نے اپنی اس ذمہ داری کو پورا کر دیا۔ انہوں نے اپنا اپنا فرض پورا کیا۔ اپنا اپنا حق ادا کر دیا اور ان کے حصہ میں جو توحید کا تقاضہ تھا اس کو پورا کر دیا۔

اب جب ہم نے توحید کے تقاضوں کو جان لیا تو آیئے دیکھیں کہ اس راہ میں کیا کیا رکاوٹیں ہیں اور جب تک ہم ان رکاوٹوں کو دُور نہیں کریں گے۔ اسلامی نظام تو الگ رہا خود پاکستان کی بقاء بھی خطرہ میں پڑ جائے گی۔

# رکاوٹیں

موجودہ دور میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور شریعت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں پائی جاتی ہیں۔ مغربی دنیا سے کلچر کے نام پر جو بے راہ روی کا طوفان آرہا ہے۔ اس نے لوگوں کی آنکھیں چکاچوند کر دی ہیں۔ نوجوان طبقہ بدچلنی کے اس سیلاب میں بہا جارہا ہے۔ فیشن کے نت نئے اطوار اپنائے جارہے ہیں جب ڈسکو میوزک اور ڈسکو ڈانس رواج پارہا ہو۔ وی سی آر پر انڈیا کی ایڈوانس اور ڈیٹکو فلمیں گھروں میں فیملی کے ساتھ دیکھی جا رہی ہوں۔ سینما گھروں میں کھلے عام بلو پرنٹ دکھلائے جارہے ہوں۔ عام گزرگاہوں پر قد آدم فحش تصاویر آویزاں ہوں۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں فلمی اداکاروں کو اپنا آئیڈیل بنا رہے ہوں۔ لباس کا سائز کم ہوتا جارہا ہو اور عریانی بڑھتی جارہی ہو ترقی پسندی کی ان تیز و تند ہواؤں میں اسلام کی روایتی شرم و حیا اور آداب شرع کی شمع کب تک ٹمٹماتی رہے گی۔

دوسری رکاوٹ وہ لادینی نظریات ہیں۔ جن کا زہر کالجز اور یونیورسٹیوں کے بعض اساتذہ نوجوانوں کے ذہنوں میں گھولتے رہتے ہیں۔ اسلام کے اقتصادی نظام کے مقابلہ میں کارل مارکس، لینن اور ماؤزے تنگ کے خیالات کو ترجیحی بنیادوں پر پیش کرتے ہیں۔ ان خیالات کو پڑھنے کے بعد طلبہ کے ذہن اسلام سے بتدریج دور ہوتے جارہے ہیں۔

**تیسری رکاوٹ** ڈائجسٹ اور میگزین کی دُنیا ہے۔ جن میں ہندو مت کی اقدار کو "سچے واقعات" قرار دے کر پیش کیا جاتا ہے۔ اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف دیو مالا کی کہانیاں، بھوت پریت اور روحوں کے قصے پیش کیے جاتے ہیں۔ جرم و سزا کے عنوان سے جو مضامین چھپتے ہیں ان میں چوری، ڈکیتی اور دیگر جرائم کے نت نئے طریقے پیش کیے جاتے ہیں۔ اس لٹریچر کا نشہ بھی افیون سے کم نہیں۔ ان رسالوں کے رسیا بڑی بے چینی اور بے قراری سے اپنے پسندیدہ رسالوں کی اشاعت کا انتظار کرتے ہیں اور پڑھنے والوں کی برین واشنگ ہوتی رہتی ہے۔ سوچیئے! جن قارئین کے ذہنوں پر ان غیر اسلامی خیالات کی چھاپ لگ چکی ہو ان سے یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ وہ توحید کے تقاضے پورے کریں گے۔

**چوتھی رکاوٹ** غربت و افلاس ہے جو لوگ نانِ جویں کے محتاج ہیں۔ جنہیں ایک وقت کی روٹی بھی پیٹ بھر کر میسر نہیں ہوتی۔ جنہیں بدن چھپانے کے لیے کپڑے میسر نہیں ہیں۔ سر چھپانے کے لیے چھت کا سایہ حاصل نہیں۔ جو اپنے بچوں کو پڑھا نہیں سکتے۔ جن کی بیٹیاں شادی نہ ہو سکنے کے باعث عمر گزار دیتی ہیں جو اگر بیمار پڑ جائیں تو علاج نہیں کرا سکتے، مر جائیں تو میت کا کفن دفن بھی ان کے لیے ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔ تنگ دامنی کا عفریت ان کی صلاحیتوں کو چاٹتا جا رہا ہے۔ غربت کے ان بھیانک سایوں میں نہ خدا یاد رہتا ہے نہ رسُول۔ ان لوگوں کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ اس ملک میں اسلامی نظام آتا ہے یا اشتراکی۔

**پانچویں رکاوٹ** مسابقت کی جنگ ہے۔ یہ درمیانی طبقہ کے مسائل ہیں جن لوگوں کو زندگی کی بنیادی ضروریات تو حاصل ہیں۔ لیکن وہ اس پر قناعت نہیں کرتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے پاس بھی کار ہو، وی، سی، آر ہو، فرج ہو، واشنگ مشین ہو، اپنے بچوں کو انگلش میڈیم اسکولوں میں پڑھانے کے لیے پیسہ ہو، صوفہ سیٹ ہو اور زندگی کی وہ سب آسائشیں ہوں جو ان سے بہتر لوگوں کے پاس ہیں۔ ان سہولتوں کو حاصل کرنے

کے لیے ان کی قلیل آمدنی کافی نہیں ہوتی آگے بڑھنے کی اس دوڑ میں حصہ لینے کے لیے یہ لوگ دن رات کام کرتے ہیں، دوہری، تہری ملازمتیں کرتے ہیں۔ بعض لوگ دن میں نوکری اور رات کو ریڑھی لگاتے ہیں۔ اس ہنگامی اور مشینی دَور میں خدا کو یاد کرنے کی کب فرصت ملتی ہے؟ اور بعض لوگ اگر سرکاری ملازم ہوں تو رشوت لیتے ہیں۔ اگر تاجر ہوں تو بلیک مارکیٹ، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ اور نقلی اشیاء بنا کر اپنے لیے آسائشیں مہیا کرتے ہیں پھر جن لوگوں کے ضمیر اس قدر مُردہ ہو چکے ہوں۔ اُن سے کب توقع ہو سکتی ہے کہ وہ خدا کو یاد کریں گے اور اس کی توحید کے تقاضے پُورے کریں گے۔

**چھٹی رکاوٹ** وہ سرمایہ دار اور وڈیرے ہیں جو گورنمنٹ اور بینک سے سود کی بنیاد پر قرض لے کر کارخانے لگاتے ہیں اور زمینیں خریدتے ہیں۔ ایک کارخانہ سے دوسرا کارخانہ لگتا ہے اور دوسرے سے تیسرا لگتا چلا جاتا ہے۔ وڈیروں کی زمینوں کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے اور مزدوروں اور ہاریوں کی اُجرت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ ان کے تمام ذرائع آمدنی انشورڈ ہوتے ہیں۔ اگر ان کے کارخانے میں آگ لگ جائے ان کی بسیں حادثہ میں تباہ ہو جائیں تو انشورنس کمپنی ان کے نقصان کو پورا کر دیتی ہے۔ لیکن اگر مل میں کام کرنے والا مزدور یا کھیت میں کام کرنے والا ہاری کسی حادثہ میں ہلاک یا معذور ہو جائے تو اس کے نقصان کو پُورا کرنے کی کوئی گارنٹی نہیں یہ سرمایہ دار اور وڈیرے اس دور کا کینسر ہیں زیادہ سے زیادہ ترقی کی ہوس نے خود انکو بھی خدا سے دُور کر دیا ہے اور ان کے ظلم اور جابرانہ نظام نے مزدوروں اور ہاریوں کو بھی کہیں کا نہیں رکھا۔ وڈیروں کے کردار کا ایک بھیانک رُخ یہ ہے کہ ان کے بنگلوں کے عشرت کدے ہاری لڑکیوں کے عصمتوں کے خون سے اجیار ہوتے ہیں اور اگر ان کے گھر کی طرف کوئی ہاری غلط نگاہ ڈال لے تو نواب پور کی تاریخ جنم لیتی ہے۔

**ساتویں رکاوٹ:** بڑے بڑے ہوٹل، کلب اور جم خانے ہیں۔ جہاں لوگ آزادانہ فلش اور رمی کھیلتے ہیں۔ غیر قانونی طور پر شراب پیش کی جاتی ہے اور ان کے شبستان عیش میں حسن کا نیلام ہوتا ہے۔ ریس کورس کے میدان ہیں جہاں عام آدمی سے لے کر قومی رہنما تک غیر قانونی طور پر جیتنے والے گھوڑے پر بڑی بڑی رقمیں لگاتے ہیں۔

**آٹھویں رکاوٹ:** پولیس کا نظام ہے۔ پولیس جو غنڈہ ٹیکس لیتی ہے۔ بھاری رشوتیں لے کر امراء کو چھوڑ دیتی ہے، ایک بار غلطی سے پھنس جانے والے شخص کو عادی مجرم بناتی ہے۔ خود نشاندہی کرتی ہے کہ فلاں جگہ چوری کرو ورنہ ہم تمہیں کسی کیس میں ماخوذ کر لیں گے جو رات کو چلنے والوں کو لوٹ لیتی ہے۔ بری سے بری اور بھیانک سے بھیانک خرابی میں ملوث ہوتی ہے یہ لوگ خدا کو کیا یاد کریں گے اور جو لوگ ان کے چنگل میں دن رات پھنستے رہتے ہیں انہیں خدا کو یاد کرنے کا ہوش کب رہے گا۔

**نویں رکاوٹ:** پیروں کے آستانے ہیں، خانقاہیں ہیں جن کے گلوں میں سادہ دل لوگ اپنی جیبیں خالی کر آتے ہیں۔ زیب سجادہ فلاں و فلاں بزرگ ہیں جن میں سے بعض تقدس مآب مشائخ کی تو شکلیں بھی غیر شرعی ہیں۔ جن کے دن مریدوں سے نذرانے وصول کرنے اور راتیں عیاشیوں میں گزرتی ہیں۔ جو تعویز گنڈوں کے کاروبار سے غرباء کو لوٹتے ہیں جو علم سے قلاش اور عمل سے مفلس ہیں۔ جن کی زبان میں فرشتوں کی پاکیزگی اور قلب میں ابلیس کی روسیاہی ہے۔ جن کی گفتار رشک جبرائیل اور کردار ننگ انسانیت ہے۔ کوئی گھوڑے شاہ ہے جس کے مزاروں پر گھوڑوں کے بت چڑھائے جاتے ہیں۔ کوئی کتوں والی سرکار ہے جہاں کتوں کو تقدس حاصل ہے کوئی بلی والی سرکار ہے کوئی کیا ہے اور کوئی کیا ہے وہ جن کے مرید فاقہ کش ہیں۔ اور پیر لاکھوں کے کتے خرید کر ہزاروں کی شرط پر لڑاتے ہیں۔ کسی کو کتے خریدنے کا شوق ہے، کوئی باز خریدنے کا رسیا ہے، کوئی کاروں کی خریداری میں بازی لے جانا چاہتا

ہے اور یہ تمام شوق مریدین کی جیب خالی کرنے سے پورے ہوتے ہیں۔ کیا یہ لوگ توحید کے تقاضے پورے کر رہے ہیں؟ کیا ان نمائشی اور نام نہاد پیروں کو دیکھ کر لوگ اصلی صلحاء اور اولیاء اللہ سے بدگمانی کے خطرے میں مبتلا نہیں ہوں گے۔

دسویں رکاوٹ ملّا ہے وہ ملا جو لوگوں سے ڈرتا ہے اور خدا سے نہیں ڈرتا۔ جو تصویر کی حرمت پر دھماکہ خیز بیان دیتا ہے اور اخبارات میں اپنی تصاویر چھپواتا ہے۔ ٹی وی پر اپنی تقریر کی فلم ریکارڈ کراتا ہے۔ اور ٹی۔وی دیکھنے کو ناجائز کہتا ہے۔ جتنا مشہور ملا ہے۔ اتنا زیادہ بے نمازی ہے۔ اپنے معتقدین کے جھرمٹ میں تو لمبی لمبی نمازیں پڑھتا ہے اور معتقدین نہ ہوں تو نماز کے قریب نہیں جاتا جس کی جلوت قال اللہ اور قال الرسول ہے اور خلوت اتنی گھناؤنی ہے۔ جس سے ابلیس کو بھی شرم آئے جو اپنی رائے کو خدا، رسول کی منشا قرار دیتا ہے اور حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اپنے مؤقف سے رجوع نہیں کرتا۔ وہ جو ہر آنے والے اقتدار کو جھک کر سلام کرتا ہے جس کی ضمیر فروشی اور کاسہ لیسی سے گداگر بھی شرماتے ہیں۔ وہ جو نازنین سرکار کے ابرو چشم کو دیکھ کر فتوے جاری کرتا ہے۔ ان گنہگار آنکھوں نے ان ملاؤں کو دیکھا ہے جو بھٹو کے دور میں اس کی خوشامد میں دن رات ایک کر دیتے تھے اور اس کے زوال کے بعد جاری مارشل لاء کو حضرت ابو بکر کے دور اقتدار سے بہتر قرار دیتے ہیں، جو امراء اور حکام کے قرب کو اپنی مانگ کا سیندور سمجھتا ہے۔ جس کا کعبہ گورنر، وزراء کے شاندار بنگلے ہیں جو خوف خدا رکھنے والے اور اقتدار سے دور علماء کو اپنا دشمن خیال کرتا ہے اگر امیر بیمار ہوں تو روزانہ ان کی عیادت کے لیے جاتا ہے اور غریب اگر بیمار ہو تو انہیں کوڑے کرکٹ کا ڈھیر سمجھتا ہے۔ جو سرمایہ دار کا پالتو ہے اس گنہگار نے لاہور کے ایک مشہور ملا کو ایک بہت بڑے اور مشہور سرمایہ دار کے سامنے دیکھا وہ اس کی خوشامد کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ "اللہ میاں جب لاہور کے دورہ پر نکلتے ہیں تو آپ کے مہمان ہوتے ہیں۔ غریبوں کو دھتکارنے والے اور امیروں کے

توے چاٹنے والے ان ملاؤں کی زبان خلق محمدی بیان کرتے نہیں تھکتی اور اپنی سیرت اور کردار میں یہ لوگ اپنے وقت کے حجاج اور یزید سے کم نہیں آج کے مسائل سے بے خبر رٹے رٹائے موضوعات پر تقریر کرتے ہیں خودستائی اور خود بینی ان کا پیشہ ہے لوگوں سے داد لینے کے لیے حکمرانوں کے خلاف تقریریں کریں گے اور کبھی کسی مقتدر اعلےٰ سے ان کی ملاقات ہو جائے تو اس کو لوگ مزے لے کر بیان کریں گے گویا انہیں آسمانی معراج ہو گئی ہے کیا یہی لوگ انبیاء کے وارث ہیں۔ کیا یہ لوگ دین کے تقاضے پورے کر رہے ہیں کیا ان کے اندر جھلک نکلنے کے بعد دین سے برگشتہ ہونے کا خطرہ نہیں ہے۔

ہم نے جن طبقوں کا ذکر کیا ہے۔ عام حال یہی ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر طبقہ میں کچھ نہ کچھ استثناء ضرور ہے۔ اگر یہ استثناء نہ ہوتا تو اب تک قیامت آ چکی ہوتی۔

**گیارہویں رکاوٹ:** مخلوط تعلیم ہے: مرد و زن کا عام اختلاط ہے۔ غیر محرم مرد و زن رشتہ داروں کا بے حجاب میل جول ہے۔ بے پردگی ہے۔ گھروں میں ماؤں بہنوں کا ادھ کھلے گریبانوں کے ساتھ رہن سہن ہے۔ ہیپی ازم ہے۔

**بارہویں رکاوٹ:** منشیات ہیں۔ چرس۔ گانجھا اور ہیروئن ہے۔ بھنگ اور افیون ہے پیتھی ڈین اور مارفیا کے انجکشن ہیں۔ ریکٹی دن کیپسول ہیں۔ مینڈریکس ٹیلیٹس ہیں۔ راکٹ ہے۔ شراب ہے اور نہ جانے کیا کیا ہے۔

کیا جنسی اختلاط کے متوالوں اور نشہ بازوں سے توقع ہے کہ وہ توحید کے تقاضے پورے کریں گے۔

**تیرھویں رکاوٹ:** ملک کے ڈاکٹر ہیں جتنا بڑا ڈاکٹر ہے اتنا بڑا جلاد ہے۔ جس کے سامنے انسانی جان کی کوئی اہمیت نہیں۔ جس کے نزدیک اہمیت بھاری کنسلٹنگ فیس ہے۔ اگر وہ نیرو سرجن ہے تو اس وقت تک آپریشن نہیں کرتا جب

تک پچیس ہزار کے نوٹوں سے بھری ہوئی گڈی اس کی میز پر نہ رکھ دی جائے۔ اگر فزیشن ہے تو اس وقت تک نسخہ نہیں لکھتا جب تک اس کی جیب نوٹوں سے نہ گرم کر دی جائے۔ کوئی مشہور ڈاکٹر ہے تو دو تین ہسپتالوں سے ہوتا ہوا اپنی پرائیویٹ کلینک میں شام سے رات گئے تک نسخے لکھ لکھ کر پیسے بٹورتا رہتا ہے۔ اگر کسی ہسپتال میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ہے تو بڑی سفارش اور بھاری فیس کے بغیر مریض کو ہسپتال میں داخل نہیں کرتا۔ جو ہسپتال میں آنے والی دوائیوں کو میڈیکل اسٹورز میں بھجوا کر بیچ دیتا ہے اگر ہاؤس جاب کرتا ہے تو الٹی سیدھی دوائیوں سے مریضوں کو تختہ مشق بناتا رہتا ہے۔ میل اور فیمیل نرسز ہیں جو آپس میں گپ لڑاتے رہتے ہیں اور مریض بلبلاتا رہتا ہے۔ یا اللہ قیامت آ کیوں نہیں جاتی۔

**چودھویں کاوٹ:** بیوروکریٹ ہیں جو درحقیقت مغربی استعمار اور سامراج کی معنوی اولاد ہیں۔ اس سرزمین میں برطانوی سامراج کے رخصت ہونے کے بعد اس کے مفادات کے اس سے بھی بڑھ کر محافظ، امین اور نقیب ہیں۔ جن کی پالیسی عوام کا استحصال اور حکومت کو خوش کرنا ہے جو حکومت کو حقیقی مسائل اور الجھنوں سے آگاہ نہیں کرتے جن کا ”مشن“ ”سب اچھا ہے“ کا راگ الاپنا ہے جن کی الماریوں میں فائلوں کو دیمک چاٹ رہی ہے۔ جن کے ہاں فائلوں کے سفر کے لیے بھاری رشوتوں کے پہیے فراہم کرنے پڑتے ہیں جن کے پیدا کردہ مسائل سے لوگ حکومت سے بیزار اور بددل ہوتے ہیں حکومتیں بنتی، بگڑتی، آتی جاتی رہتی ہیں اور ان کی افسر شاہی قائم رہتی ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو ملک میں ایک کے بعد دوسرا مارشل لاء آنے کے ذمہ دار ہیں یہ لوگ جن کی تنخواہوں سے زیادہ ان کے جعلی ٹی اے، ڈی اے اور الاؤنسز ہیں۔ ریلوے آفیسر ہیں جن کی کوٹھیاں ورکشاپ کے سامان سے بنتی ہیں۔ واپڈا کے انجینئر ہیں جن کی تنخواہ تو ان کے گزارہ کے لیے بھی بمشکل پوری ہوتی ہے۔ مگر ان کے

گھروں میں رنگین ٹی وی اور وی سی آر ہے۔ ان کے پاس کئی کئی ایئر کنڈیشنڈ کاریں پلاٹ اور بنگلے ہیں جو اس وقت تک کسی ٹھیکیدار کا بل پاس نہیں کرتے جب تک ان کی جیبیں نہ بھر دی جائیں۔ کسٹم آفیسرز ہیں جو لاکھوں میں کھیلتے ہیں۔ جو ضبط شدہ غیر ملکی سامان کو اپنے متعلقین کے ہاتھوں کوڑیوں میں نیلام کرا دیتے ہیں۔ رشوت اور مال کسٹم کے چپراسی سے لے کر اعلیٰ افسر تک برابر اوسط سے تقسیم ہوتا ہے۔ کوئی بے ایمانی نہیں ہوتی۔

پاکستان جس چودہ کھرب روپیہ کا مقروض ہے۔ اس کا بیشتر حصہ ان کی ہی عیاشیوں کی نذر ہوا اور جس کا ایک بڑا حصہ جو انہوں نے ناجائز طریقوں سے ہتھیایا ہے آج بھی ان کی اور ان کے افراد خاندان کے نام سوئٹزرلینڈ اور مغربی ممالک کے دیگر بینکوں میں جمع ہیں جب تک اس ادارہ کی مکمل تطہیر نہیں ہو گی اور ہالنگ نہیں ہو گی اس کے کینسر زدہ اعضاء کو کاٹ کر الگ نہیں کیا جائے یقین کیجئے پاکستان میں نظامِ مصطفےٰ کا نفاذ تو دُور کی بات ہے کوئی معمولی سے معمولی صحت مند تبدیلی بھی نہیں ہو سکتی۔

**پندرھویں رکاوٹ** ٹھیکیدار ہیں جو ناقص میٹیریل لگا کر ہر سال سڑکیں بناتے رہتے ہیں بس ڈرائیور ہیں جو چرس کا دم لگا کر بسیں چلاتے ہیں اور اوور ٹیکنگ کرتے ہیں جس کے نتیجے میں بسیں بسوں سے ٹکراتی ہیں یا کسی گہرے کھڈ میں گر جاتی ہیں کئی لوگ ہاتھ پیروں سے محروم ہو جاتے ہیں کتنے مر جاتے ہیں۔ کتنے گھر برباد ہو جاتے ہیں کتنے بچے یتیم ہو جاتے ہیں کتنی عورتوں کا سہاگ لٹ جاتا ہے اور ڈرائیور معمولی سی سزا پانے کے بعد نئی بس لے کر پھر میدان عمل میں آجاتا ہے۔ دینی مدارس کے مہتمم ہیں جن کی کوٹھیاں بنتی رہتی ہیں اور مدرسین کو چھت کا سایہ نہیں ملتا۔ بیمار ہو جائیں تو علاج کے لیے اپنی کتابیں اور گھر کے برتن تک بیچ ڈالتے ہیں۔ مدرس کا بیماری میں ڈھانچہ بدل جاتا ہے اور مہتمم کہتا ہے کہ یہ شوقیہ علاج کرا رہا ہے۔ مساجد کی

کی انتظامیہ ہے جو آئے دن اماموں کو بدلتی رہتی ہے ان پڑھ لوگ اماموں کے علم کو تولتے ہیں۔ روپیہ لگا کر بلند و بالا مینار بناتے ہیں اور مساجد بنانے والے انسان کی تعمیر نہیں کرتے

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

سولھویں رکاوٹ: تاجر ہیں۔ جن کا نصب العین پیسے سے پیسہ بڑھانا ہے۔ اگر ان کا فلور مل ہو تو یہ آٹا پیسنے والے میٹریل میں روٹیوں کے سوکھے ٹکڑے اور نہ جانے کیا کیا ملا دیتے ہیں۔ اگر میڈیکل اسٹور والے ہوں تو ایکسپائرڈیٹ کی دوائیں بیچ ڈالتے ہیں۔ بھاری رقم لے کر بغیر ڈاکٹری نسخہ کے اے۔ ٹی۔ وان اور لبریم سے لے کر مینڈریکس تک دے دیتے ہیں۔ اگر قصاب ہوں تو لوگوں کو کتے کا گوشت کھلانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اگر پھل فروش اور سبزیوں والے ہوں تو باسی اجناس اور بیماری پھیلانے والی چیزیں فروخت کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ خالص دیسی گھی بیچنے والے نستی میں ڈالڈا ملا کر گھی تیار کرتے ہیں۔ مٹھائی فروش گریس کی مٹھائیاں بناتے ہیں اور گوجر اور گوالے گندے جوہڑوں کا پانی ملا کر خالص دودھ بیچتے ہیں۔ تاجر برادری ہے جن کا چلن بے ایمانی ہے۔ ملاوٹ، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ جن کا روز مرہ معمول ہے جو دن رات کالا دھن جمع کرتے رہتے ہیں۔ لوگوں کی جیبیں خالی ہوتی رہتی ہیں اور ان کا بنک بیلنس بڑھتا رہتا ہے۔

سترھویں رکاوٹ: خدا پرستی کے دعویدار ہیں جنہوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری کے خود ساختہ معیار بنا رکھے ہیں۔ دینداری کے سینہ زاد اصول اور پیمانے بنا رکھے ہیں۔ جو قمیض اور کرتے کے فرق۔ ٹوپی اور پگڑی کے فرق۔ جین اور بیلٹ کے فرق سے نماز ہونے نہ ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ جنت کے ٹھیکیدار ہیں جنہوں نے مستحبات کو فرائض بنا دیا ہے۔ شرع پیمبر کو بدل ڈالا ہے۔ نہیں جانتے کہ ان کی خود ساختہ پرہیزگاری کی سرحدیں تکبر اور غرور اور شریعت سازی سے کہاں جا کر مل رہی ہیں۔

**اٹھارویں رکاوٹ:** وہ لوگ ہیں جو اسلام کے نام پر بڑے بڑے جلسے منعقد کرتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے۔ جو نذر و نیاز پر ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ جو مزاروں پر سجدہ کرتے ہیں اور خدا کے سامنے سر نہیں جھکاتے، جو محبت رسول کے دعویدار ہیں اور رسول کے احکام پر عمل نہیں کرتے۔ اے عبداللہ بن رواحہ! میں تمہیں کہاں سے لاؤں۔ آؤ! اور ان لوگوں کو بتاؤ جب جمعہ کی صبح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سفر جہاد کا حکم دیا تھا اور تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں جمعہ پڑھنے کے شوق میں اس حکم پر عمل کو مؤخر کر دیا تھا۔ بتاؤ! تمہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا کہا تھا۔ اے عبداللہ بن رواحہ تم اگر تمام روئے زمین کو سونا بنا کر خیرات کر دو پھر بھی ان لوگوں کے اجر کو نہیں پا سکتے جنہوں نے میرے حکم کی تعمیل میں علے الصباح رخت سفر باندھ لیا تھا۔

**انیسویں رکاوٹ:** سیاستدان ہیں۔ جو نہیں جانتے کہ سیاست کیا ہے جنہیں ملک کے اندر خلفشار، بے چینی، مفلسی، بے روزگاری، بیماری اور دیگر مسائل سلجھانے اور ملک کے باہر اس کی ساکھ قائم کرنے، اس کے استحکام اور خوشحالی حتیٰ کے اس کے تحفظ اور اس کی بقا سے بھی کوئی دلچسپی نہیں۔ جو حکومت کے خلاف نفرت پھیلانے اور عوام میں اپنی مقبولیت بڑھانے کو سیاست سمجھتے ہیں جو عوام میں جذباتی ابال پیدا کر کے انہیں سڑکوں پر لے آنے کو اپنی فتح گردانتے ہیں۔ جن کے گالوں کی سرخی عوام کے خون کی ہوتی ہے جن کی منزل لمبے لمبے جلوسوں، بڑے بڑے جلسوں، لسانی، صوبائی اور طبقاتی ہنگاموں، لوٹ مار، توڑ پھوڑ، ہنستے بستے گھروں کی ویرانی، قوم کی ماؤں کے اجڑتے ہوئے سہاگ اور بچوں کے سر سے اٹھتے ہوئے سایہ کی گزرگاہوں سے ہوتی ہوئی ۔۔ ایوانِ حکومت ہے!

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلۂ مسجد ہوں نے تہذیب کا فرزند

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

بیسویں رکاوٹ: صوبائی اور لسانی عصبیت ہے۔ لسانی تعصب کی بنا پر مسلمان مسلمان کا گلہ کاٹ رہا ہے۔ لوٹ مار، توڑ پھوڑ اور آتشزنی کی علی الاعلان وارداتیں ہو رہی ہیں۔ ایک ملک میں رہنے والے ایک دوسرے کے خلاف یوں برسرِ پیکار ہیں جیسے کفر اور اسلام کی جنگ کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کا خون، اس کی عزت اور اس کا مال دوسرے مسلمانوں پر ایسے حرام کر دیا تھا جیسے حج کے دن مکہ میں کعبہ کی حرمت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کعبہ کو دیکھ کر کہا تھا اے کعبہ تیری عزت اور حرمت میں کوئی شبہ نہیں مگر قسم رب ذوالجلال کی مسلمان کی حرمت اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے۔ لیکن آج مسلمان ایک دوسرے کو قتل کر کے برسرِ عام کعبہ کی حرمتوں کو پامال کر رہے ہیں۔ کلمہ، دین اور اسلام کی ثانوی حیثیت بھی نہیں رہی۔ اصل چیز علاقہ اور زبان بن گئی ہے۔ یہ اس نبی کی امت ہیں جس نے کہا تھا کسی عربی کو عجمی پر کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔ یہ اس خدا کے ماننے والے ہیں۔ جس نے فرمایا۔ "ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور مختلف قبائل اور گروہوں میں صرف پہچان کے لیے تقسیم کر دیا۔ سنو! اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ عزت دار وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ اصل چیز دین ہے پہچان ایک فروعی چیز تھی لیکن آج گروہی عصبیت اور پہچان اصل بن گئی ہے اور دین اور پرہیزگاری فرع بھی نہیں رہی۔ اللہ کو چھوڑ کر زبان اور نسل کے بتوں کی پرستش ہو رہی ہے۔ علاقہ اور زبان کی حمایت میں کلاشنکوف اور پٹرول بموں سے جہاد ہو رہا ہے۔ اسلام دشمن ممالک کے اشارہ پر نئی نسل اپنے ملک کی بنیادیں کھوکھلی کر رہی ہے۔ اسی تعصب کے

کے ہاتھوں مسلمان اُندلس میں آٹھ سو سالہ حکومت گنوا چکے ہیں۔ اسی تعصب کی آگ سے تاتاریوں نے بغداد میں سطوت اسلامی کو جلا ڈالا تھا کیا آج یہ لوگ اُندلس کی تاریخ کو پاکستان میں دُہرانا چاہتے ہیں۔ اُندلس میں صرف عربوں اور بربروں کی آویزش تھی اور پاکستان میں جب پانچ گروہوں کے درمیان جنگ ہوگی تو اس ملک کو کتنی دیر اور قائم رکھ سکو گے۔

# بگاڑ

کوئی انسان اپنی ذات میں فطری اور جبلی طور پر بُرا نہیں ہوتا جو انسان پیدا ہوتا ہے وہ فطرت سلیمہ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ وہ پیدائشی طور پر پاپی اور گناہ گار نہیں ہوتا اِس کا دل و دماغ اور عقل اور شعور ایک ورق سادہ کی مانند ہوتا ہے۔ اِس کا آئینۂ دل صاف شفاف اور بے داغ ہوتا ہے اس کی روح اور قلب پر کوئی بھی تحریر لکھی جا سکتی ہے اس کے دماغ کے سادہ اسکرین پر کوئی بھی تصویر بنائی جا سکتی ہے۔ کوئی بھی نقش ڈالا جا سکتا ہے۔ آپ جدھر چاہیں اس کی سوچ کے دھاروں کا رُخ موڑ دیں۔ جیسی چاہیں اس کی فکر بنا دیں۔ ظلم اور بربریت کو دیکھ کر انسان کبھی ہلاکو اور چنگیز بن جاتا ہے طبقات کے غیر معمولی فرق کو دیکھ کر یہی انسان کبھی مارکس، لینن اور ماؤزے تنگ بن جاتا ہے اور کبھی احساس محرومی کا داغ اپنے سینہ پر لے کر دل شکستہ ہو کر آدم بیزار ہو جاتا ہے۔

انسان کی سوچ اور فکر کو بنانے اور بگاڑنے والا۔ اُس کے دل و دماغ کی سادہ لوح پر اچھے بُرے نقش و نگار بنانے والا اس کا ماحول ہے۔ گرد و پیش ہے اس کے والدین ہیں۔ اساتذہ ہیں۔ ملک کے اندر اور باہر چھپنے والا لٹریچر ہے رسم و رواج ہے۔ سماج ہے۔ خاندانی روایات ہیں۔ سیاست داں ہیں۔ مفتی ہیں پیر ہیں وڈیرے ہیں۔ تہذیب و تمدن اور ثقافت کا رائج الوقت سکہ ہے وہ اقدار ہیں۔ جنہیں آج ہم اپنے ساتھ لے کر چل رہے ہیں۔

طالب علم کو زندگی کی کسی بھی شاہراہ پر روانہ کرنے کے لیے کسی بھی منزل کا سالک بنانے کے لیے یوں تو یہ سارے عوامل مؤثر ہوتے ہیں لیکن اس کی زندگی کا رُخ موڑنے میں سب سے اہم رول اس کے والدین اور اساتذہ مفتی، پیر اور وڈیرے ادا کرتے ہیں۔

جو لوگ سگار اور سگریٹ نوشی کے عادی ہوں وہ اپنے بچوں کو تمباکو نوشی سے کیسے منع کر سکتے ہیں۔ جن گھرانوں میں وی سی آر پر فحش اور ڈسکو فلمیں دیکھی جاتی ہوں۔ جو لوگ کلب میں جا کر آزادانہ فلش اور رمی کھیلتے ہوں۔ ریس کورس میں گھوڑوں پر بڑی بڑی رقمیں لگاتے ہوں۔ سینما ہاؤس میں کھلے عام بلیو پرنٹ دیکھتے ہوں۔ گھروں میں بائیں آدھے کھلے گریبانوں اور عریاں باہوں کے ساتھ رہتی ہوں۔ باہر قدم رکھتے ہی چہار سو گلی کوچوں، شاہراہوں اور بازاروں میں لڑکیاں نیم عریاں لباس میں چلتی پھرتی نظر آئیں۔ خوبصورت عمارتوں کی پیشانیوں پر قد آدم فحش تصاویر آویزاں ہوں۔ جب ڈسکو میوزک اور ڈسکو ڈانس رواج پا رہا ہو۔ پوپ میوزک کا دور دورہ ہو تو پھر یہ توقع کیسے ہوگی کہ اس ماحول میں پلنے والا، ڈھلنے والا طالب علم اسلام کی روایتی شرم و حیا کا نمونہ ہوگا۔ اس کے کردار میں فرشتوں کی پاکیزگی ہوگی۔ وہ اپنے اسلاف کی میراث ہوگا۔

جن درسگاہوں میں اساتذہ کی رہنمائی میں ورائٹی شو منعقد کیے جاتے ہوں۔ رقص و سرود کے رنگارنگ پروگرام پیش کیے جاتے ہوں۔ جب کالجز اور یونیورسٹیوں میں رومانس پروان چڑھتے ہوں۔ جہاں مغنیہ، رقاصہ اور کھلاڑیوں کو قومی ہیروز قرار دیا جاتا ہو فلمی اداکار نوجوانوں کے آئیڈیل ہوں۔ عریانی اور فحاشی کو آرٹ کا نام دیا جاتا ہو۔ کیا ایسی درسگاہوں سے طالب علم ابوعلی۔ طنطاوی۔ ابن الہیثم اور البیرونی بن کر نکلیں گے شیطنت ملکوتیت کو جنم نہیں دیتی اور زہر پلا کر آب حیات جاوداں نہیں لا سکتے۔ آج کا طالب علم کیا ہے؟ وہی ہے جو آپ نے اسے بنایا ہے۔ یہ وہی لوٹا رہا

ہے جو اُسے دیا گیا ہے یہ آپ ہی کا قرض چکار ہا ہے۔

اساتذہ طلبہ کو آئن اسٹائن، میکس پلانک اور ہائزن برگ کی تھیوری پڑھاتے ہیں نہ خود کائنات کے کسی گوشے کسی پہلو پر تحقیق کرتے ہیں نہ طلبا میں یہ رجحان پیدا کرتے ہیں۔ارض و سما کی ماہیت پر غور نہیں کرتے۔فطرت کا مطالعہ نہیں کرتے۔ قدرتِ خداوندی کی نشانیاں تلاش نہیں کرتے۔تحقیق جستجو، تجربہ اور مشاہدہ نہیں کرتے بس پڑھی پڑھائی، رٹی رٹائی کتابیں پڑھا دیتے ہیں۔ روس اور امریکہ کے سائنس دانوں کی ایجادات کو حیرت سے ششدر نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ جیسے سجی سجائی ملکہ کو کوئی کنیز دیکھتی رہے۔ جیسے خیرات بانٹنے والے اُن داتا کو کوئی گداگر دیکھتا ہے اور نہیں جانتے کہ بھکاری کون ہے اور دیالو کون ہے؛ غلام کون ہے اور شہزادہ کون ہے وہ نہیں بتاتے کہ۔

آج امریکہ اور یورپ سائنس کی جن نئی دریافتوں سے شہرت کے جس اُفق پر جگمگا رہے ہیں ان ایجادات کی طرح مسلمانوں نے ڈالی تھی۔سائنس کا چراغ یورپ میں مسلمانوں نے ہی روشن کیا تھا اور آج اسی کی روشنی سے ساری دُنیا جگمگا رہی ہے۔ انسانی بدن کے دوران خون کی تحقیق ہاردے نے ابن النفیس سے اخذ کی تھی اور ابن الہیثم نے نور کی طبیعیات پر جو تحقیق کی تھی یورپ کے سائنس دان اس سے زیادہ آگے نہیں بڑھ سکے۔ ذکریا رازی نے انسانی امراض کے طریقہ علاج کو جس سائنسی بنیاد پر قائم کیا تھا وہی آج تک قائم ہے۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں اِن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

جب اساتذہ نے اپنے ذہن کی گرہیں نہیں کھولیں تو طلبا اپنے ذہنی جمود سے کس طرح آزاد ہو سکتے ہیں۔جن طلبہ کو سیاستدان یونیورسٹیوں میں مسلح کرتے ہوں جلسے اور جلوس غنڈہ گردی، لوٹ مار، توڑ پھوڑ کے لیے پالتے ہوں جن کو کالجوں میں

ثقافتی شو منعقد کرنے کی تربیت دی جاتی ہو ان میں نہ کوئی آئن اسٹائن بن سکتا ہے نہ بوعلی سینا۔ ہے جالو کی لے پہ بلال حبشی کی اذان نہیں گونجتی۔ آرکسٹرا کی ذھن سے تلواروں کی جھنکار نہیں سنائی دیتی اور جمود کے نیل سے تجسس کے چراغ نہیں جلتے۔

ماؤ اور مارکس کے نظریات پڑھاتے ہو۔ مصطفےٰ کی معاشیات نہیں پڑھاتے! زکوٰۃ صدقات۔ قربانی۔ فطرہ، عشر، خراج اور جزیہ ایسے ذرائع آمدنی نہیں بیان کرتے۔ نیشنلائزیشن اور محدود اراضی کے فارمولے بیان کرتے ہو۔ یہ نہیں بتاتے کہ ضرورت کے وقت نبی نے مالداروں سے دولت مانگ لی تھی۔ چھینی نہیں تھی۔ دولت کو گردش میں رکھنے کے طریقے بتائے تھے۔

ذخیرہ اندوزی سے منع کیا تھا یہ کہا تھا کہ سائلوں اور محروموں کو مالدار اپنے مال میں سے جو کچھ دیتے ہیں وہ ان کا حق ہے ان پر احسان نہیں ہے۔ وفی اموالہم حق للسائل والمحروم یہ تبلایا تھا کہ جو شخص پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو وہ مسلمان نہیں ہے یہ ہدایت دی تھی کہ اگر تم کسی علاقہ میں جاؤ (بھوکے ہو) وہ تمہیں نہ کھلائیں تو ان سے چھین کر کھا سکتے ہو یہ کہا تھا کہ تم میں سے جو شخص مال چھوڑ کر مر جائے وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جو قرض چھوڑ کر مر جائے وہ میں ادا کروں گا۔ اس کے اہل وعیال کی کفالت میں کروں گا۔ جس کے پاس ڈھیروں مال آتا۔ لیکن وہ صحن مسجد سے اس وقت تک نہیں اٹھتا تھا۔ جب تک وہ سارا مال تقسیم نہ ہو جاتا۔ جس کی تعلیم ہے جو چیز لوگوں کو نفع دے برقرار رہتی ہے۔ سایہ دار اور پھل دار درخت باقی رہتے ہیں اور خود رو پودے کاٹ دیئے جاتے ہیں جو کہتا ہے کہ جو تم نے کھالیا فنا ہو گیا وہی باقی رہے گا جو کسی کو کھلا دیا پہنا دیا۔ جس نے فوت ہونے کے بعد اپنا سب کچھ اُمت کے لیے چھوڑ دیا۔

پیاری بیٹی اور ازواج کو ترکہ نہیں دیا۔ اس عملی زندگی کے سامنے مارکس اور لینن

کے خیالات کی حیثیت کیا ہے کیا نسبت ہے دونوں میں کمیونزم اور سوشلزم کے ذریعہ انسانوں کو انسانوں کا غلام نہ بناؤ۔ اللہ کی حاکمیت کو پھیلاؤ جب تک طلبہ کو تعلیم نہیں دو گے دُنیا میں امن نہیں پھیلے گا۔ ببول کے درختوں سے پھل اور خار دار جھاڑیوں سے سایہ حاصل نہیں ہوگا۔ آپ گھروں میں اپنے بچوں کو امیتابھ اور ہیما مالینی کی فلمیں دکھائیں اور چاہیں یہ کہ آپ کے بیٹے عزیز بھٹی اور راشد منہاس بنیں اور بیٹیاں رضیہ سلطانہ اور لیلیٰ خالد بنیں۔ بیج کیا بویا ہے اور اُمید کس کی لگا رکھی ہے! آج اگر کوئی بیسٹی کال گرل یا کوئی لڑکی شہناز گل بن جائے کوئی بیٹا پورٹ یا سعادت بلوچ بن جائے تو یہ کس کا دوش ہے۔

پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا۔

بانجھ ہو جائیں زمینیں کھیتیاں پیدا نہ ہوں
اے خدا۔ شہناز گل سی بیٹیاں پیدا نہ ہوں

جن کے والدین اور اساتذہ کسی غریب بیمار کو کوڑے کے ڈھیر کی طرح اٹھوا دیتے ہوں۔ کسی کمزور کا بوجھ نہ اٹھاتے ہوں کسی ضرورت مند کی مدد نہ کرتے ہوں۔ برسوں قربانی دینے والے معاون کو اس کی مجبوری میں سنگدلی اور سفاکی سے ٹھکرا دیتے ہوں۔ جو لوگ خدا رسول کیلئے نماز نہ پڑھیں اور دُنیاداری کے لیے بے وضو نماز پڑھنے سے بھی دریغ نہ کرتے ہوں ان کی اولاد مسلمان اور بوذر نہیں بن سکتی جو لوگ شہرت اور ناموری کی خاطر اپنا دین تک داؤ پہ لگا دیتے ہوں۔ جن کو انا۔ ایمان سے زیادہ عزیز ہو۔ انکے شاگردوں میں اہلیت کہاں سے لاؤ گے بنجر زمین سبزہ تو نہیں اُگلتی! جو اساتذہ اور والدین ڈکٹیٹر ہوں۔ کیا تو کیوں؟ نہ کیا تو کیوں؟ کا مزاج رکھتے ہوں۔ ان کی اولاد اور شاگردوں کے ذہنوں کی گرہیں کبھی نہیں کھل سکتیں۔ کانٹوں کے ڈھیر سے پھول

کی سبج نہیں بنتی۔
وہ لوگ جو سالہا سال مزدوری کراتے ہیں اور پوری اجرت نہیں دیتے جو لوگ قربانی اور ایثار کے نام پر مزدوروں کی رگوں سے خون نچوڑتے رہتے ہیں جو کسی دوسرے شخص کو بھی مزدور کی مدد سے روک دیتے ہیں۔ ان کی اولاد میں خوفِ خدا کہاں سے آئے گا۔ جو مزدوروں کے خون سے اپنے چہروں کی سُرخی کو آب دار کرتے ہیں غریبوں کا استحصال کر کے عشرت کدے بناتے ہیں۔ ان کے تربیت یافتہ ابوبکر اور عمر کو آئیڈیل نہیں بنا سکتے خرابات میں گلزار تو نہیں کھلتے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آج گھروں میں والدین اپنے بوڑھے ماں باپ کو فالتو سامان کی طرح برتتے ہیں پھر وہ کس بنیاد پر اُمید رکھتے ہیں کہ ان کے بچے ان کے قدموں کو جنت گردانیں گے۔ سراب سے کبھی پانی تو نہیں ملتا!

ہائے میں وہ زندگی کہاں سے لاؤں جسے دیکھ کر خدیجۃ الکبریٰ نے بے ساختہ کہہ دیا تھا۔ تم رشتہ داروں سے حُسنِ سلوک کرتے ہو۔ ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہو نا داروں کے لیے کماتے ہو۔ مہمان نوازی کرتے ہو۔ مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہو۔ کوئی معجزہ طلب نہیں کیا کوئی دلیل نہیں مانگی۔ بس زندگی کا یہ رخ دیکھا اور نبوت پر ایمان لے آئیں۔ خدا نے لَعَمرُک کہہ کر ایسے ہی تو آپ کی زندگی کی قسم نہیں کھائی تھی۔

اَرے کوئی ایسی مثال لائے تو سہی۔ جن لوگوں نے راستہ میں کانٹے بچھائے طنز کے تیر چلائے۔ گالیاں دیں۔ جسم لہولہان کر دیا۔ پیارے چچا کو قتل کر کے اس کا کلیجہ کچا چبا ڈالا۔ پھر جب ان سب ظالموں پر قابو پالیا وہ سب مغلوب ہو گئے تو قبلیہ کی ساری روایات کو چھوڑ کر کہہ دیا جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔

خود بھوکے رہ کر لوگوں کو کھلایا۔ اونٹ خریدا تو قیمت کے ساتھ اونٹ بھی جابر کو دے دیا۔ مقروضوں کا قرض ادا کیا۔ بیماروں کی عیادت کی۔ غریبوں کو مزدوروں

کو ناداروں کو گلے لگایا۔ خادموں کا خیال رکھا۔ مسجد میں گندگی دیکھی اپنے ہاتھوں سے صاف کی۔ ارے یہ وہ ہاتھ ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ کہتا ہے۔ جن ہاتھوں کی جنبش پر مہر و ماہ حرکت میں آتے ہیں۔ یہ جس گلی سے گزریں اس کے ذروں کی خدا قسم کھاتا ہے۔ جن کی نظر بدلے تو خدا کی نظریں بدل جائیں۔ آدم اور بنی آدم کا فخر ہیں مرسلین کے قائد ہیں کونین کے مالک ہیں۔ روئے زمین کی چابیاں اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ اور۔ کبھی کسی یہودی کے بستر سے گندگی صاف کر رہے ہیں اور کبھی علی کے جسم سے گرد جھاڑ رہے ہیں۔ یوں ہی تو نہیں کہا تھا کہ تمہیں پیدا نہ کرنا ہوتا تو کسی کو پیدا نہ کرتا۔ یہی چراغ جلے گا تو روشنی ہوگی۔

ہائے وہ دور کہاں چلا گیا جب غلام کو سواری پر بٹھا کر آقا پیدل چلا کرتا تھا۔

اگر آج کے طالب علم کو سدھارنا مقصود ہے تو پہلے والدین کو خود سدھرنا ہوگا۔ اساتذہ کو اعلیٰ اخلاق کا پیکر بننا ہوگا۔ اجتماعی اقدار بدلنی ہوں گی۔ عزت و وقار کے پیمانے بدلنے ہوں گے۔ دولت کی جگہ علم۔ گفتار کے بدلہ کردار، کروفر اور جاہ و حشم کی جگہ تواضع، انکسار، اخلاص اور ایثار کو دینا ہوگی۔ عظمت اور بڑائی کا معیار بدلنا ہوگا۔

کریں کیا کہ آج لوگ بڑے حاکم، بڑے وزیر، بڑے عہدہ دار اور بڑے مفتی تو بن جاتے ہیں لیکن سچا مسلمان کوئی نہیں بنتا۔ ہمیں اب بڑے بڑے ہوٹلوں۔ بلڈنگوں ملوں اور بنگلوں کے مالک کی جگہ سچے مسلمانوں کی قدر کرنا ہوگی۔ وگرنہ۔ ریگزاروں سے چشمے نہیں پھوٹیں گے۔